مصلوبیّت کی وجوہات

نسل اِنسانی کی نجات کے لئے صلیب پر یسوع مسیح کا فدیہ و مخلصی کا کام مسیحی دین کا ایک لازمی عقیدہ ہے۔ نہ تو یہ اِنسانی ذہن کی منصوبہ بندی تھی اور نہ ہی لوگوں نے اِسے سر انجام دیا، بلکہ یہ خود خُدا تعالیٰ کا کام تھا۔ اِس لئے، اِنسان اِس کو اپنے کھاتے میں نہیں ڈال سکتا۔

مسیح کی صلیب پر موت اور پھر قیامت ساتویں صدی عیسوی میں اِسلام کے آغاز سے مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان متنازعہ معاملات رہے ہیں۔ مسلمان اِس بات کا انکار کرتے ہیں کہ جناب مسیح مصلوب ہوئے تھے یا پھر اُنہوں نے طبعی موت سہی تھی (اگرچہ اُن کے کچھ علماء نے یہ کہا ہے کہ مسیح ایک طبعی موت مرے اور پھر خُدا نے اُنہیں آسمان کی طرف اُٹھا لیا)۔ دوسری طرف، مسیحی یہ کہتے ہیں کہ اِنسانیت کی نجات کے لئے مسیح مصلوب ہوئے۔ دونوں اطراف اپنے نقطہ نظر کو ثابت کرنے کے لئے اپنی مُقدّس کتاب کا اقتباس کرتی ہیں، اور دوسروں کی کتاب پر بے اعتقادی کو ظاہر کرتی ہیں۔

مسیح کی مصلوبیّت کا مسلمانوں کی طرف سے انکار کا مقصد کفّارہ کے تمام تصور کی نفی کرنا یا ایک نجات دہندہ کی ضرورت کا انکار کرنا ہے۔ اُن کے نزدیک بغیر خون بہائے نجات ممکن ہو سکتی ہے، یہ بغیر کفّارہ کے عمل کے ممکن ہے جو مسیح کی شخصیت میں صلیب پر اپنی حتمی اور ابدی صورت میں واقع ہُوا۔ مصلوبیّت کے تعلق سے بائبل مُقدّس کے ایک حوالہ میں یوں لکھا ہے: "بغیر خون بہائے معافی نہیں ہوتی" (نیا عہد نامہ، عبرانیوں 9:22)۔

یہی وہ امر ہے جس کا تمام مسلمان بڑی شِدّت سے انکار کرتے ہیں۔ مسلمان یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ توبہ اور اعمالِ صالح لوگوں کو اُن کی خطاؤں سے نجات دینے کے لئے کافی ہیں کیونکہ معافی ہمیشہ خُدا تعالیٰ کی رحمت اور مرضی پر موقوف ہے۔ [1] مسلمان یہ ایمان نہیں رکھتے کہ اِنسان اور خُدا تعالیٰ کے درمیان ایک شفاعت کرنے والے کی ضرورت ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ انسان بے گناہ پیدا ہوتا ہے، اور وہ وراثت میں ملی ہوئی گراوٹ کی شکار فطرت کی وجہ سے سیدھے راستہ سے نہیں بھٹکتا بلکہ اپنی کمی کمزوریوں کی وجہ سے سیدھے راستہ سے بھٹک جاتا ہے۔ میں [2] The Fallen Nature of Man in Islam and Christianity کے ایک مختصر مطالعہ کی نشاندہی کرنا چاہوں گا جس میں مصنف نے اِسلامی اور مسیحی ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ایسے دعوؤں کو بڑے استدلال سے غلط ثابت کیا ہے۔

جن وجوہات کی بناء پر مسیحی پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ یسوع مسیح نے صلیب پر اپنی جان دی اور پھر تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھے، اُن کا اِس تحریر میں مختصر طور پر ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

الف۔ مصلوبیّت کے لئے منطقی وجوہات

مسیح کی موت کا مکمل طور پر انکار کرنے کے لئے مسلمان سورۃ النساء 4:156۔157 کے قرآنی حوالہ پر اِنحصار کرتے ہیں:

"اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کے رسول ہیں قتل کر دیا ہے، حالانکہ اُنہوں نے نہ اُن کو قتل کیا اور نہ اُن کو سولی پر چڑھایا لیکن اُن کو اِشتباہ ہو گیا۔ اور جو لوگ اُن کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ اُن کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور گمان پر چلنے کے سِوا اُن کو اِس کا مطلق علم نہیں۔ اور اُنہوں نے اُن کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا۔ بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔"

اِس اکیلی آیت 156 کی بناء پر جو مسیح کی موت کا انکار کرتی ہے (اگرچہ اِس آیت کے تعلق سے مختلف متضاد تاویلات موجود ہیں)، مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کی مصلوبیّت واقع نہیں ہُوئی تھی اور مسیح کی موت اور قیامت ابتدائی مسیحیوں کی گھڑی ہُوئی ایک کہانی ہے۔ ایسے الزام نے ہمیں تحریک بخشی ہے کہ مندرجہ ذیل نکات پر توجہ مرکوز کریں:

(1) خود سے فیصلہ کریں

سب سے پہلے فرض کیجئے کہ آپ منصف ہیں اور مسیح کی مصلوبیّت کی طرح کا قضیّہ آپ کے سامنے پیش ہُوا ہے۔ آپ کیسے اِس قضیّہ کی جانب ردعمل کا اظہار کریں گے جبکہ اِس کی تصدیق بہت سی مستند تاریخی تحریروں اور مقدمے کے اندراج کے اصل متون سے ہوتی ہے؟ اگر ان تحریروں میں مسیح اور رومی حکمران پیلاطس کے درمیان پایا جانے والا مکالمہ موجود ہو، صدر عدالت میں یسوع اور یہودی راہنماؤں کے درمیان ہونے والی گفتگو کی تفصیل دی گئی ہو، آنکھوں دیکھے گواہی کے اقوال موجود ہوں، مقدمے کے دوران موجود افراد کے ناموں کی فہرست دی گئی ہو، اور مصلوبیّت سے پہلے اور بعد میں پیش آنے والے واقعات کا بیان کیا گیا ہو تو آپ کیا کہیں گے؟ آپ کسی ایسے فرد کی جانب کیسے ردعمل کا اظہار کریں گے جو چھ صدیوں کے بعد آئے اور ایک غیر مصدقہ بیان کے ساتھ دعویٰ کرے کہ یسوع کی موت بالکل واقع نہیں ہُوئی تھی اور اِس واقعہ کی بابت جو کچھ اِنجیلی بیانات میں درج ہے وہ ابتدائی کلیسیائی بزرگوں کے تخیل کی پیداوار ہے؟ کیا آپ ایک راست منصف کے طور پر باقی تمام ثابت شدہ حقائق کے خلاف اِس گواہی کو تسلیم کریں گے؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی دعویٰ کرے کہ یہ آیت تو اللہ تعالیٰ نے محمد صاحب پر منکشف کی تھی اور اللہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ دعویٰ کرنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ قطعیت کے ساتھ اِس بات کو ثابت کرے کہ یہ خُدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

یہاں ہمارے سامنے دو حقائق موجود ہیں۔ اوّلاً، ہمارے سامنے دو کتابیں ہیں، قرآن اور بائبل، اور اِن میں سے ہر ایک کتاب کو اِس کے پیروکار خُدا کی طرف سے مکاشفہ مانتے ہیں۔ بظاہر یہ سچ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اپنی بنیادی تعلیم میں ایک دوسرے سے تضاد رکھتی ہیں۔ اِس صورت میں، اِن میں سے ایک کا ماخذ یقیناً خُدا سے ہٹ کر ہے۔ یہ الزام لگانے کا کوئی فائدہ نہیں کہ اہلِ کتاب (جیسا کہ اِسلام یہودیوں اور مسیحیوں کو مخاطب کرتا ہے) نے کتابِ مُقدّس کو بگاڑ دیا ہے کیونکہ تمام ایسے تحقیقی مطالعوں نے جو قیاس آرائی یا تخیل پر مبنی نہیں ہیں، کتابِ مُقدّس جیسے ہمارے پاس موجود ہے اُس کی صحت کو ثابت کیا ہے۔

دوسری حقیقت، اِنجیلی بیانات کے متن کی تصدیق کرنے والی تاریخی تحریریں ہیں، جبکہ مسیح کی مصلوبیّت کے تعلق سے قرآنی متن کی صداقت کی تصدیق کے لئے کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں ہے۔ جب تاریخ بائبلی متن کی تصدیق کرتی ہے لیکن قرآنی متن کی تصدیق نہیں کرتی تو اِس کا فائدہ بائبل مُقدّس کو ہے نہ کہ قرآن کو۔

مزید برآں، مسیحی ایمان رکھتے ہیں کہ اُن کی کتاب خُدا تعالیٰ کے الہام سے ہے جس میں ہر ایک لفظ خُدا تعالیٰ کا منکشف شدہ ہے۔ جب متن کی تصدیق اُن بہت سی نبوّتوں سے ہوتی ہے جو لفظی طور پر مسیح کی شخصیت میں پوری ہو چکی ہیں، اور جب مسیح نے خود اُن کا اقتباس کیا ہے اور اُن کا اپنی شخصیت پر اطلاق کیا ہے، تو پھر مسیحی دعوے میں بڑا وزن ہے۔ یوں ایک مسلمان کے لئے لازمی بن جاتا ہے کہ وہ اِن تاریخی، آثار قدیمہ اور بائبلی حقائق کی صداقت کو غلط ثابت کرے۔ ایسا کرنے کے لئے مضبوط تر اور زیادہ فیصلہ کن ثبوت پیش کرنا ہوگا جو مسیحی ثبوت پر غالب آ سکے۔

(2) ایک جھوٹ کے لئے جان دینا؟

دوّم، اگر مسیح کی موت محض کوئی قدیم گھڑی ہُوئی کہانی ہوتی تو کیا یوحنّا رسول کو چھوڑ کر مسیح کے تمام شاگرد آپ کے لئے اپنی جان قربان کرتے؟ قرآن خود مسیح کے شاگردوں کی وفاداری، امانت و تقویٰ کی گواہی دیتا ہے اور اُنہیں ایسے افراد کے طور پر بیان کرتا ہے جن کی مثالوں کی پیروی کی جانی چاہئے۔ ایسے لوگ اپنے خُداوند کے بارے میں کبھی بھی کوئی کہانی نہ گھڑ سکتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی اعلیٰ مقصد کے لئے یا پھر ایسے نصب العین کے لئے جس پر ایمان رکھتا ہو، اپنی زندگی قربان کر دے، مگر کوئی بھی جانتے بوجھتے ایک جھوٹ یا گھڑی ہوئی بات کے لئے اپنی جان نہیں دے سکتا۔ یہ خاص طور پر قبول کرنا مشکل ہے کہ شاگردوں نے جو خُدا تعالیٰ کا خوف رکھنے والے افراد تھے ایک جھوٹ کی ترویج کرنے کے لئے اپنے جان دی ہو گی۔

(3) آنکھوں دیکھے گواہ

سوّم، مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد سے لے کر اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک شاگردوں نے نجات کی خوشخبری کی منادی کرنا جاری رکھا۔ اُن کی خدمت کے پہلے عرصہ کے دوران اُن کی منادی زیادہ تر یہودی حلقے میں تھی جنہوں نے مسیح کی مصلوبیّت کو دیکھا تھا اور مسیح کے جی اُٹھنے کے واقعہ کو جانتے تھے۔ لیکن اِس سب کے باوجود، کسی ایک بھی یہودی یا اُن کے مذہبی راہنماؤں میں سے کسی ایک نے بھی جنہوں نے مسیح کے خلاف منصوبہ سازی کی تھی، اُن پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں لگایا۔ مسیح کے صعودِ آسمانی کے دس دِن بعد پطرس رسول نے یروشلیم میں یہودیوں کے ایک بڑے ہجوم کے سامنے دوٹوک الفاظ میں بتایا:

"جب وہ خُدا کے مقررہ انتظام اور علمِ سابق کے موافق پکڑوایا گیا تو تم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اُسے مصلوب کروا کر مار ڈالا" (نیا عہدنامہ، اعمال 2:23)۔

اِسی سے ملتے جلتے ایک اَور موقع پر پطرس نے یہودیوں کے سامنے اعلان کیا:

"تم نے اُس قُدّوس اور راستباز کا انکار کیا۔۔۔ زندگی کے مالک کو قتل کیا جسے خُدا نے مُردوں میں سے جِلایا۔ اِس کے ہم گواہ ہیں" (اعمال 3:14-15)۔

عہد جدید اِس سے ملتی جُلتی بہت سی شہادتوں سے بھرا ہُوا ہے جو اُن یہودیوں کے ہاتھوں میں مسیح کی مصلوبیّت اور موت کی گواہی دیتی ہیں جو شاگردوں کے ہم عصر تھے۔ اگر یہ الزام بے بنیاد ہوتے تو یہودی اُن کا انکار کرتے اور شاگرد ایک جھوٹ یا کسی قصّے کہانی کے لئے اپنی زندگی قربان نہ کرتے۔[3]

(4) منطقی ثبوت

چہارم، بہت سے اَور منطقی ثبوت بھی موجود ہیں جنہیں نظر انداز کرنا مشکل ہے۔ یہ انتہائی ناقابل تردید تاریخی واقعات میں سے ایک انسانی واقعہ ہے جو یہودی صدر عدالت، پیلاطس کے قلعہ کے صحن جو پریتورِیُن کہلاتا تھا، ہیرودیس کے محل اور اُس خوفناک پہاڑی پر پیش آیا جو تاریخ میں گُلگُتا کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اپنی کتاب Who Moved The Stone? (پتھر کس نے لُڑھکایا؟) میں برطانوی مصنف فرینک موریسن[4] نے مسیح کی مصلوبیّت اور اُن کے جی اُٹھنے کے واقعہ کا ایک ماہر، تجربہ کار وکیل کے تنقیدی ذہن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جائزہ لیا ہے جو مسیحی الزامات کو غلط ثابت کرنے کے لئے پُر عزم تھا۔ اُس کے انتہائی گہرے مطالعہ کا نتیجہ غیر متوقع تھا اور وہ موریسن کے لئے حیرت انگیز تھا۔ صلیب کے واقعہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے کچھ لکھنے کے بجائے جو اُس کا اِرادہ تھا، اُس نے ایک ایسی تحریر لکھی جو طعن آمیز منکرین کے منہ پر ایک طمانچہ ثابت ہُوئی۔

ہمیں دستیاب تحریریں اِس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ مسیح کا مقدمہ تمام رات اور اگلے دِن کے کچھ حصہ میں جاری رہا۔ یہ کوئی خفیہ مقدمہ نہیں تھا، بلکہ ایسا مقدمہ تھا جس میں عام لوگ، یہودی راہنما اور مسیح کے زمانہ کی اعلیٰ اختیار والی یہودی صدر عدالت کے ارکان شامل تھے۔ یہ حقیقت مسلمانوں کے لئے نہ حل ہونے والی مشکل پیدا کر دیتی ہے جو الزام لگاتے ہیں کہ جسے مصلوب کیا گیا تھا وہ حقیقت میں مسیح نہیں تھا بلکہ کوئی اَور شخص، غالباً یہوداہ اِسکریوتی تھا۔ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اِس کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں۔ یہ واقعات کی نوعیت کے بھی مطابق نہیں ہے۔ کیا مسیح کی جگہ جسے مصلوب کیا جارہا تھا، بلند آواز سے اپنے عوامی مقدمہ کے دوران یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ مسیح نہیں تھا؟ دراصل مدعا علیہ کا جواب جب اُس نے اعلان کیا کہ وہ خُدا کا بیٹا تھا اُس کی موت کی سزا کے لئے کافی تھا۔ کیا یہ کوئی معقول بات نظر آتی ہے کہ وہ فرد جسے غلطی سے مصلوب ہونے کے لئے گرفتار کیا گیا تھا وہ ایسی صورتحال میں اپنے تعلق سے اتنا بڑا دعویٰ کرتا؟ ہمیں دستیاب تمام تاریخی تحریروں میں اِس بات کا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے کہ کسی فرد کی صورت مسیح کی طرح ہو گئی جسے دھوکہ میں جا کر مصلوب کر دیا گیا۔ میں نہیں مانتا کہ یہوداہ اِسکریوتی، مسلمانوں کے دعوے کے مطابق اگر مصلوب ہُوا تھا، تو وہ ایسی بھیانک موت سے اپنے آپ کو بچانے کے سنہری موقع کو استعمال نہ کرتا۔

دوسری طرف، اِنجیل مُقدّس ہمارے لئے نہایت ارفع کردار کا اندراج کرتی ہے جو مسیح سے ہٹ کر کسی اَور شخص کی زندگی میں نہیں ہو سکتا تھا۔ اپنے آخری لمحات میں صلیب پر کیلوں سے جڑے ہُوئے مسیح نے محبت بھرے دِل سے اپنے مصلوب کرنے والوں اور دُشمنوں کو معاف کیا۔ یہ عمل یہوداہ اِسکریوتی کی طرح کے شخص کے دِل سے پیدا نہیں ہو سکتا تھا جس نے اپنے خُداوند کو دھوکے سے پکڑوایا اور اُس کے دُشمنوں کے حوالے کیا۔

مزید برآں، ہمیں صلیب کے موقع پر یسوع کی ماں مریم اور اُن کے ساتھ موجود باقی خواتین کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جو یسوع کے عزیز شاگرد یوحنّا کے ساتھ وہاں تھیں۔ وہ بھی مصلوبیّت کی آنکھوں دیکھی گواہ تھیں۔ مسیح کے اِن پُرخلوص، وفادار پیروکاروں نے مسیح کی مصلوبیّت اور موت کی حقیقت کی تصدیق کی۔ یہاں تک کہ مُقدّس یوحنّا ہمیں بتاتا ہے کہ انتہائی اذیت ناک تکلیف کے باوجود یسوع مسیح نے اپنا چہرہ اپنی ماں کی طرف کیا اور اُنہیں کہا "اے عورت! دیکھ تیرا بیٹا یہ ہے۔" اور پھر اپنے وفادار شاگرد کی جانب متوجہ ہو کر کہا "دیکھ تیری ماں یہ ہے" (اِنجیل بمطابق یوحنّا 19:25-27)۔ کیا مُقدّسہ مریم اپنے بیٹے کی آواز اور دھوکا دینے والا جس کی صورت ویسے معلوم ہُوئی کی آواز کے درمیان امتیاز کرنے کے قابل نہ تھیں؟

ایک اَور اہم قضیئہ بھی ہے جسے مسلمان مُفسّرین حل کرنے میں ناکام ہوئے ہیں اور وہ مسیح کی لاش کا معاملہ ہے۔ مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جس شخص کی شبیہ مسیح کی طرح ہو گئی تھی اُس کا صرف چہرہ ہی مسیح کی طرح کا تھا۔ اُنہوں نے کہا "یہ چہرہ تو عیسیٰ کا چہرہ ہے مگر جسم اُس کا جسم نہیں ہے۔" [5] وہ یہ بیان سورۃ النساء 4:157 کی اپنی تشریح کے تناظر میں پیش کرتے ہیں: "اور جو لوگ اُن کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ اُن کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور گمان پر چلنے کے سِوا اُن کو اِس کا مطلق علم نہیں۔" اگر یہ بیان درست ہے تو پھر کیسے مُقدّسہ مریم اپنے بیٹے کے جسم اور شبیہ کے جسم کے درمیان فرق کو پہچان نہ سکیں؟

علاوہ ازیں، ہمارے پاس ایک اَور واضح ثبوت ہے جو کسی بھی غیر جانبدار محقق کے لئے نظر انداز کرنا مشکل ہے۔ مصلوبیّت کے واقعہ کے تناظر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ارمتیہ کا یُوسُف اور نیکدیمس جو صدر عدالت کا رُکن اور مسیح کا خُفیہ شاگرد تھا، دونوں نے رومی حاکم پینطُس پیلاطُس سے باقاعدہ اجازت حاصل کی کہ مسیح کو اُس قبر میں رکھیں جو یُوسُف نے اپنے لئے تیار کروائی تھی۔ اگر مصلوب ہونے والا شخص مسیح نہیں تھا بلکہ اُس کی صورت والا کوئی اَور شخص تھا تو کیسے یُوسُف اور نیکدیمس دونوں مسیح کے جسم اور ایک دھوکا دینے والے کے جسم میں تمیز کرنے میں ناکام ہوئے؟ یا پھر کیا یہوداہ کا مسیح ہی کا طرح کا قد، وزن اور جلد کا رنگ تھا؟ کیا اُس کے بال اور دیگر نظر آنے والے خدوخال اپنے مُقدّس خداوند ہی کی طرح کے تھے؟ حقیقت میں یُوسُف کا عمل مسیح کی بابت یسعیاہ نبی کی ایک پیشین گوئی کی تکمیل تھی: "اُس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی، اور وہ اپنی موت میں دولت مندوں کے ساتھ مُوا" (پرانا عہد نامہ، یسعیاہ 53:9)۔

چھ دُشواریاں

سورۃ آلِ عمران 55:3 کی تفسیر کرتے ہوئے الفخر الرازی نے چھ نکات میں اُن دشواریوں کا خلاصہ بیان کیا ہے جو شبیہ کے نظریہ سے پیدا ہُوئی ہیں۔ یہ چھ نکات بہت اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ مضبوط منطق، بصیرت اور درست مشاہدوں پر مبنی ہیں۔ جب اُس نے اِنہیں غلط ثابت کرنے کی کوشش کی تو کچھ قائل نہ کرنے والے جوابات پیش کئے جنہوں نے قارئین کے لئے اضافی دشواریاں پیدا کر دیں۔

اِن دشواریوں کی اہمیت اندازہ لگانے کے لئے یہ مناسب ہے کہ اِنہیں ہو بہو بیان کیا جائے۔ اِس سے ہمیں شبیہ کے نظریہ کی دشواریوں کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ الرازی میں اِن کے تعلق سے قائلیت موجود تھی۔[6]

پہلی دُشواری: اگر ہم ایک فرد میں دوسرے کی شبیہ کے تصور کو مان لیں تو اِس کا نتیجہ مغالطہ آمیزی کی صورت میں نکلے گا۔ اِس لئے کہ جب ہم نے اپنے بچے کو دیکھا تو اب اُسے جب دوبارہ دیکھیں گے تو بہت ممکن ہے کہ جس کو ہم دوبارہ دیکھ رہے ہیں وہ ہمارا بچہ نہ ہو بلکہ وہ اُس کے مشابہ کوئی دوسرا بچہ ہو، تو اِس سے اب محسوسات سے اعتماد ہی اُٹھ جائے گا۔ پھر یہ بات بھی لازم آئے گی کہ صحابہ جنہوں نے محمد کو حکم دیتے اور بہت سی باتوں سے منع کرتے دیکھا تھا اِس امکان کی وجہ سے کہ اُن کی صورت ہو سکتا ہے کسی اَور پر ڈال دی گئی ہو پُر یقین نہیں ہو سکتے تھے کہ یہ وہی محمد تھے۔ اِس سے تو شریعتوں کا ساقط ہونا لازم آئے گا۔ زبانی روایت کے سلسلے میں انتہائی اہمیت کا حامل موضوع وہ اِدراک پذیر حقیقت ہے جسے پہلے راوی نے بیان کیا ہوتا ہے۔ اگر اِدراک پذیر بصری اشیاء میں غلطی کرنے کا امکان ہے تو پھر ایک واقعہ کو زبانی بیان کرنے میں غلطی کا امکان اَور زیادہ ہوتا ہے۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسے دروازہ کا کُھلنا مغالطہ آمیزی کا شروع ہوتا ہے اور اِس کا نتیجہ نبوّتوں کے مکمل ابطال کی صورت میں نکلتا ہے۔

دوسری دُشواری: قادر مُطلق اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زیادہ تر وقت میں اُن (مسیح) کے ساتھ رہیں۔ سورۃ المائدۃ 110:5 کے الفاظ "جب میں نے پاک رُوح سے تیری مدد کی" کی تفسیر کرتے ہوئے مُفسّرین کرام نے اِسی بات کی نشاندہی کی ہے۔ پھر اِس بات کا ذِکر بھی ملتا ہے کہ جبریل کے پروں میں سے ایک کا کنارہ تمام جہان کا خیال رکھنے کے لئے کافی ہے، تو پھر کیوں یہ اُن یہود سے بچانے کے لئے کافی نہ ہُوا؟ مزید بر آں، چونکہ عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرنے، مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو شفا دینے پر قادر تھے، تو وہ اِس پر قادر کیوں نہ ہوئے وہ قتل کا اِرادہ کرنے والے یہود کو موت دیتے، اُن پر بیماری مسلط کرتے جس سے وہ اپاہج اور فالج زدہ ہو جاتے حتیٰ کہ وہ اُن کے قتل سے عاجز ہو جاتے۔

تیسری دُشواری: قادر مُطلق اللہ تعالیٰ اُن دشمنوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے اُنہیں آسمانوں کی طرف اُٹھا سکتا تھا، تو پھر اُن کی شبیہ کو کسی دوسرے پر ڈال دینے میں کیا فائدہ ہے؟ کیا یہ کسی مسکین شخص کی بغیر کسی وجہ کے موت کا باعث نہیں بنتا تھا؟

چوتھی دُشواری: اگر وہ اُن کی شبیہ کسی دوسرے فرد پر ڈال دیتا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیتا، تو لوگ اُس مشابہ کو عیسیٰ سمجھتے جبکہ حقیقت میں وہ نہیں تھے۔ تو یہ اُس قوم کو جہالت اور فریب میں مبتلا کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ہر گز مناسب نہیں ہے۔

پانچویں دُشواری: نصاریٰ مشرق و مغرب میں کثیر تعداد میں موجود ہیں اور اُن کی مسیح علیہ السلام سے محبت اور غلو بھی معروف ہے، اُنہوں نے خبر دی ہے کہ اُنہوں نے مسیح کو مقتول اور مصلوب ہوتے دیکھا۔ اگر ہم اِس بات کا انکار کرتے ہیں تو اُس امر پر بے اعتمادی کا اظہار کرتے ہیں جس کی تصدیق تواتر سے ثابت ہوتی ہے، اور تواتر پر طعن محمد کی نبوت اور عیسیٰ کی نبوت بلکہ اِن دونوں کے وجود اور دیگر انبیاء کے وجود کے بارے میں طعن کا موجب اور سبب ہو گا، اور ایسا کرنا باطل ہے۔

چھٹی دُشواری: تواتر سے ثابت ہے کہ مصلوب کیا گیا شخص کافی وقت زندہ رہا۔ اگر وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے تو وہ خوف کا اظہار کرتے ہوئے یہ ضرور کہتا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں، بلکہ میں تو کوئی اَور آدمی ہوں۔ اور وہ اِس حقیقت کو آشکارا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ اور اگر اُس نے ایسی بات کہی ہوتی تو یہ بات لوگوں میں خوب مشہور ہوتی۔ حالانکہ ایسی کوئی بات ثابت نہیں تو جو کچھ تم کہہ رہے ہو، معاملہ اِس طرح نہیں ہے۔

الرازی کے جوابات

مندرجہ بالا دُشواریوں کا ذِکر کرنے کے بعد الرازی نے اِن کا جواب دینے کی کوشش کی۔ تاہم، اُس کے جوابات مختصر اور غیر منطقی ہیں۔ اعتراضات کی اُسی سطح کو برقرار رکھنے کے لئے اِن جوابات کو لفظی طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اِس سے قاری کو اِن کی جانچ کرنے اور اپنی رائے قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ الرازی نے کہا:

پہلا جواب: جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے قادرِ مُطلق ہونے پر ایمان رکھتا ہے، مانتا ہے کہ وہ زید کی صورت پر ایک اَور فرد کو خلق کرنے کے قابل ہے۔ اور تصویر مذکور شک کی موجب نہیں ہوتی۔ تم نے جس ابہام کا ذِکر کیا ہے اُس پر بھی یہی بات ہے۔

دوسرا جواب: اگر جبریل علیہ سلام اُن دشمنوں سے عیسیٰ علیہ السلام کا دفاع کر دیتے، یا اگر عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مخالفوں سے بدلہ لینے کی قدرت دے دیتے تو اُن کا یہ معجزہ جبر تک پہنچا دیتا اور یہ جائز نہیں ہے۔

تیسرا جواب: تیسرے ابہام کا بھی یہی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ کو آسمان کی طرف اُٹھالیتا اور کسی دوسرے کو اُن کا مشابہ نہ بناتا تو یہ معجزہ حدِ جبر تک پہنچنے والا ہو جاتا۔

چوتھا جواب: عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد وہاں موجود تھے، اور وہ اِس واقعہ سے متعلق حالات سے واقف تھے۔ اور وہ اِس جہالت اور تلبیس کا ازالہ کر سکتے تھے۔

پانچواں جواب: اُس موقع پر موجود افراد کی تعداد کم تھی۔ یہ ممکن ہے کہ کُچھ کو دھوکا ہو جائے کیونکہ تواتر کی انتہا اگر آخری طبقہ جماعت قلیل پر ہو تو یقین کا فائدہ نہیں ہوتا۔

چھٹا جواب: ایک امکان یہ ہے کہ وہ جس کی شبیہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہو گئی ایک مسلمان تھا (یعنی اُن پر ایمان رکھتا تھا) اور اُن کا عوضی ہونے پر رضامند ہُوا اور اِس واقعہ کی حقیقت بیان کرنے سے خاموشی اختیار کی۔ الغرض مذکورہ سوالات جیسے احتمالات کا وارد ہونا یہاں ممکن ہے لیکن جب قطعی معجزہ کے ساتھ ہر خبر میں محمد کا صدق ثابت ہے تو اِس طرح کے مشکوک سوالات نص قطعی کے مقابل نہیں ہو سکتے، البتہ ہدایت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ ایک ایسے قضیّہ پر شیخ علّامہ فخر الدین الرازی کے ردِ عمل ہیں جو مسیحیت اور اِسلام کے مابین مکالمہ میں نظریاتی طور پر ایک سنگین مسئلہ ہے۔ یہ ردِ عمل ناسمجھی پر مبنی اور سطحی ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ الرازی کو اِن کے رد کرنے میں ناکامی کا پہلے ہی اِدراک ہو گیا تھا۔ اِس لئے اُس کا آخری حتمی اور پُرزور بیان یہ ہے: "جب قطعی معجزہ کے ساتھ ہر خبر میں محمد کا صدق ثابت ہے تو اِس طرح کے مشکوک سوالات نص قطعی کے مقابل نہیں ہو سکتے۔" یہ اُس کا سچ سے بچنے کا واحد راستہ تھا۔

ہم اِس معاملہ میں فخر الدین الرازی کے ردِ عمل پر غور کریں گے تا کہ اُن شکوک وشُبہات کو دور کیا جا سکے جن کے ذریعہ اُس نے حقیقت کو چُھپانے کی کوشش کی ہے۔

الرازی کی جانب ہمارا ردِ عمل

اُس کے پہلے جواب کے تعلق سے ہم مُتّفِق ہیں کہ خُدا ایک ہی صورت کے جتنے چاہے، ملتے جُلتے افراد خلق کرنے کے قابل ہے۔ لیکن مسیح کے معاملہ میں، ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مسیح نے مصلوبیّت سے بچنے کی کوشش نہ کی۔ وہ تو نسلِ انسانی کی مخلصی کی خاطر ہی آئے۔ اُنہوں نے اِس کام کو پورا کرنے کا چُناؤ اپنی ہی مرضی سے کیا۔ اگر مسیح واقعی بُزدِلی یا بے حسی کی وجہ سے مصلوبیّت سے بچنے کی کوشش کرتے تو ایسا کرنا اُس کام سے بچنے کی کوشش کرنا ہوتا جو وہ پورا کرنے کے لئے دُنیا میں آئے تھے۔ یہ تو مسیح کی خوبی نہیں ہے جو خُدا کا کلام ہے۔ اِس معاملہ میں خُدا کو شبیہ کا معجزہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

دوسرا، مسیح کو کبھی بھی جبرئیل فرشتہ کی ضرورت نہ تھی کہ وہ اُنہیں اُن کے دشمنوں سے بچائے۔ آپ لاچار نہیں تھے۔ اپنی موت سے پہلے جو معجزے مسیح نے سرانجام دیئے وہ حیرت انگیز تھے اور آپ کو بچانے والے اِس مبینہ کام سے کہیں بڑے تھے۔ اِنجیل مُقدّس میں مرقوم حقائق آپ کی لامحدود طاقت کی مثالیں ہیں۔ جب آپ کے دُشمن آپ کو گرفتار کرنے آئے تو آپ کے طاقتور کلام کے باعث زمین پر گر پڑے۔ آپ تو محفوظ طریقے سے اپنے راستہ پر جا سکتے تھے۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا جب یہودیوں نے آپ کے خلاف سازشیں کی تھیں، لیکن ہر مرتبہ آپ اُن میں سے نکل جاتے اور کوئی بھی آپ کو نقصان نہ پہنچا سکا۔ لیکن جب آپ کا مُقرّرہ وقت آیا تو مسیح نے بہ رضا و رغبت اپنے آپ کو اپنے دُشمنوں کے حوالے کیا تا کہ جس کام کو پورا کرنے کے لئے آپ آئے تھے وہ پورا ہو۔ الرازی اور اُس کی طرح کے دیگر لوگوں کو مسیح کے تجسّم کے مقصد کا مطالعہ کرنا چاہئے تھا۔ اِس سے اُنہیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی کہ مسیح کے تجسّم اور کنواری سے پیدایش کی بنیادی وجہ صلیب پر موت کے ذریعہ سے گناہ کی معافی تھی۔

تیسرا، کیا خُدا کو واقعی مسیح کی شبیہ کسی دوسرے پر ڈالنے کی ضرورت تھی؟ کُچھ نے دعویٰ کیا ہے کہ شبیہ ڈالنے کا مقصد یہوداہ اِسکریوتی کو سزا دینا تھا جس نے اپنے خُداوند کو دھوکے سے پکڑوایا تھا۔ لیکن اِنجیل مُقدّس کا بیان ہمارے سامنے مکروہ یہوداہ کی خودکشی کے تمام حقائق رکھ دیتا ہے۔ اِس کے علاوہ، کیوں کسی دوسرے پر عیسیٰ کی شبیہ ڈال دینے سے باز رہنے کو حدِ جبر تک پہنچنے والا معجزہ سمجھا جائے؟ یہودیوں کے نگاہوں کے سامنے مسیح کو آسمان پر اُٹھانا آپ کی شخصیت کے تعلق سے کسی بھی شک کو دور کر دیتا۔ مذہبی اور سیاسی یہودی قیادت دونوں کو احساس ہو جاتا کہ اُنہوں نے کلامِ خُدا کے خلاف کتنی سنگین غلطی کی تھی۔

چوتھا، یہ سچ ہے کہ اُس خوفناک رات میں مسیح کے کُچھ شاگرد اور پیروکار موجود تھے اور اپنے خُداوند کے ساتھ پیش آئے واقعات کے گواہ تھے۔ اِس لئے، رُوح القُدس کی راہنمائی سے اُنہوں نے مصلوبیّت کی تفصیل اِنجیلی بیانات کے صفحات میں درستی سے درج کی ہے۔ اِنجیل مُقدّس کا بیان، ٹھوس حوالہ جات اور دستاویزات کی تائید کے ساتھ، قرآنی متن، اسلامی روایت کے کئی قِصّوں اور مسلم مُفسّروں کے خیالی تصوّرات سے مُتّفِق نہیں ہے۔ اِنجیل مُقدّس میں ہمارے لئے اِس اہم واقعہ کی خفیف تفصیلات بھی محفوظ ہیں۔

پانچواں، الرازی کی سوچ اپنی ہی بات سے متصادم ہے، جیسا کہ وہ اپنے چوتھے جواب میں کہتا ہے: "عیسیٰ کے شاگرد وہاں موجود تھے، اور وہ اِس واقعہ سے متعلق حالات سے واقف تھے۔ یوں وہ اِبہام کو دور کر سکتے تھے۔" اب وہ دعویٰ کرتا ہے کہ شاگرد کم تھے اور چند افراد کا دھوکا کھانا ممکن ہے۔ آخر کار، جب زبانی ترسیل چند افراد کے حوالے کر دی جاتی ہے تو یہ علم کے لئے بیکار ہو جاتی ہے۔ کیا تضاد ہے! جب فخر الرازی نے محسوس کیا کہ شاگردوں کا حوالہ دینا اُس کے مقصد کی تکمیل کرے گا تو اُس نے اُنہیں عینی شاہد بنا دیا جو ابہام کو دُور کر سکتے۔ پھر اچانک وہ عینی شاہد التباس کے اثر کے تابع ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم احادیثِ نبوی میں سے کسی بھی صحیح حدیث کی سند کا جائزہ لیں تو شاذ و نادر ہی کوئی ایسی حدیث پائیں گے جس کی تائید ایک ہی وقت میں بارہ اسناد سے ہُوئی ہو۔ دراصل وہ جنہوں نے مصلوب ہونے کے واقعہ کا مشاہدہ کیا اور وہ جن پر مسیح اپنے جی اُٹھنے

کے بعد ظاہر ہُوئے، اور وہ جو آپ کے آسمان پر صعود کے وقت اکٹھے تھے، اُن سب کی تعداد پانچ سو سے زیادہ تھی۔ اِس لئے مصلوبیّت کے بارے میں شاگردوں کا اندراج بلا شک وشبہ مستند ہے۔

چھٹا، سوائے ایک یادو روایات کے زیادہ تر متضاد اسلامی روایات کے مطابق شبیہ کبھی بھی مسیح کو ماننے والا نہیں تھا۔ زیادہ تر مسلمان مُفسّر یہ ماننے کی طرف مائل ہیں کہ شبیہ عیسیٰ کے مخالفوں میں سے ایک تھا۔ اِس لئے یہ امکان نہیں ہے کہ وہ خاموشی اختیار کرتا اور اپنی پوری طاقت سے یہ نہ کہتا کہ وہ مسیح نہیں تھا، یا یہ کہ وہ اِس معاملہ میں حقیقت کو ظاہر نہ کرتا۔ ایک ایسا شخص جس پر غلط الزام لگایا جائے اور جس کی زندگی خطرے میں پڑی ہو، وہ اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا سوائے تب کہ جب وہ کسی اچھے مقصد کے لئے جان دے رہا ہو۔ نیز اگر الرازی مصلوبیّت کے واقعہ کے اسلامی بیان کی تائید میں اپنی بیان کی گئی تمام باتوں کے لئے محمد صاحب کی باتوں کو استعمال کرتا ہے، تو ہم بھی اپنی لاخطا اِنجیل میں پائی جانے والی تمام معلومات کے لئے مسیح اور اُس کے شاگردوں کی صداقت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں، چھ صدیوں کے بعد کہی گئی قرآن کی ایک آیت ہمارے پاس موجود مستند تاریخی دستاویزات کو جُھٹلا نہیں سکتی۔

مسلمان علماء نے بھی شبیہ کی شناخت پر اختلاف کیا ہے۔ مسلمان راویوں نے ہم سے بہت سی خیالی کہانیاں بیان کی ہیں، اور بہت سے مسلمان مُفسّرین نے اُن کی صحت کی کسی تحقیق کے بغیر اُن کا اقتباس کیا ہے۔ یہ کسی تاریخی دستاویز، آثارِ قدیمہ کے ثبوت یا مستند متن پر مبنی نہیں ہیں۔ کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں تھا جو شبیہ کی بابت اِن خیالی تصورات کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے کوئی ٹھوس ثبوت فراہم کر سکتا۔ اسکندر جدید نے اپنے کتابچہ "اِنجیل اور قرآن میں صلیب"[7] میں اِن کہانیوں کو اِن کے اصل ماخذوں کا حوالہ دیتے ہوئے اکٹھے ایک جگہ بیان کیا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے تفصیلات میں جیسے ناموں، واقعات اور مواقعوں کی ترتیب میں متصادم ہیں۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ ایسے ماخذوں پر مبنی ہیں جنہیں راویوں نے اپنے تخیّل سے گھڑا ہے، جب اُنہوں نے ناقابل تشریح آیت پر تبصرہ کرنے کی کوشش کی یا پھر ایسے معاملہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی جو اِنجیلِ مُقدّس کے بیان کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔

تاریخی ذرائع ہمیں آگاہ کرتے ہیں کہ قرآن میں مذکور شبیہ کا قصّہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ پہلی چھ صدیوں کے دوران اور اسلام کی آمد سے پہلے، یہ غلط تعلیم بدعتی مسیحیوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ غناسطی بیسیلدیئس نے دعویٰ کیا کہ شمعون کرینی جس نے مسیح کے ناتواں ہونے پر اُس کی صلیب اُٹھائی تھی، اُس کی جگہ مصلوب ہونے پر رضامند ہُوا، اِس لئے خُدا نے اُس پر مسیح کی شبیہ ڈال دی اور وہ مصلوب ہُوا۔

دوقیّت کے پیروکاروں کا کہنا تھا کہ مسیح کسی طور سے مصلوب نہیں ہُوا تھا بلکہ یہودیوں کو ایسا لگا یا اُن پر ایسا ظاہر ہُوا۔ دراصل لفظ "Docetic" ایک یونانی فعل سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے "لگنا" یا "ظاہر ہونا۔" یہ مصلوبیّت پر اُن کی عمومی تعلیم کا اظہار کرتا ہے۔

کلیسیا کی تمام تاریخ میں شبیہ کی بدعت کبھی ختم نہیں ہوئی۔ وقتاً فوقتاً یہ مشرق کی مسیحی جماعتوں میں بار بار سامنے آئی، اور بدعتیوں کے بکھرے ہوئے گروہوں نے اِس کا پرچار کیا۔ 185ء میں تھیبیز کے کاہنوں کی اولاد کے ایک بدعتی گروہ جس نے مسیحیت کو قبول کیا تھا دعویٰ کیا: "خُدا نہ کرے کہ مسیح مصلوب ہُوا ہو۔ وہ بحفاظت آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔" اِس کے علاوہ، 370ء میں ایک ہر میسیہ غناسطی گروہ جس نے مسیح کی مصلوبیّت کا اِنکار کیا، سکھایا کہ وہ مصلوب نہیں ہُوا تھا بلکہ مصلوب کرنے والوں کو ایسا لگا۔ اِسی طرح 520ء میں شام کا بشپ سیویرس اسکندریہ کو بھاگ گیا، وہاں اُس کا سامنا فلسفیوں کے ایسے گروہ سے ہُوا جو سکھاتا تھا کہ مسیح مصلوب نہیں ہُوا تھا بلکہ جن لوگوں نے اُسے کیلوں سے جڑ دیا اُنہیں ایسا معلوم ہُوا۔ 560ء میں راہب تھیوڈور نے مسیح کی اِنسانی فطرت کا انکار کیا اور یوں اُس کی مصلوبیّت کا اِنکار کیا۔ تقریباً 610ء میں قبرص کے گورنر کے بیٹے، بشپ جان نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ مسیح مصلوب نہیں ہُوا تھا بلکہ مصلوب کرنے والے افراد کو لگا کہ اُنہوں نے اُسے مصلوب کیا ہے۔[8]

وہ لوگ جنہوں نے نظریہ شبیہ کا پرچار کیا اُن میں فارس کا خود ساختہ نبی مانی بھی شامل ہے (276ء)۔ اُس نے کہا کہ یسوع ایک بیوہ کا بیٹا تھا، اور جو مصلوب ہُوا وہ نائین کی بیوہ کا بیٹا تھا جسے مسیح نے مُردوں میں سے زندہ کیا تھا۔ ایک اَور مانوی روایت میں ہم پڑھتے ہیں کہ شیطان نے مسیح کو مصلوب کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام ہُوا اور وہ اُس کی جگہ مصلوب ہُوا۔

اِس مختصر تاریخی جائزہ سے یہ واضح ہے کہ اِسلام نے شبیہ اور یسوع کی مصلوبیّت کے انکار کی تعلیمات کو مسیحی بدعتی فرقوں سے لیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بدعات جزیرہ نما عرب میں غناسطی فرقوں میں ظہورِ اِسلام کے وقت پھیلی ہوئی تھیں۔[9] تاریخی کتابیں اور مختلف آپ بیتیاں ہمیں بتاتی ہیں کہ قسطنطنیہ کی کونسل (380ء) نے نائیسیہ کے بشپ گریگوری کو مقرر کیا کہ "عرب اور یروشلیم کا دورہ کرے جہاں مختلف تنازعات پیدا ہو گئے تھے اور تقسیم کا خطرہ موجود تھا۔"[10] اِن فرقوں نے اپنے عقائد کو تاریخی ثبوت یا باقاعدہ دستاویزات پر اُستوار نہیں کیا تھا بلکہ اپنے تصورات و تخیّلات کی پیروی کی اور بنیادی طور پر مسیح کے اِنسانی جسم کی نوعیت پر توجہ مرکوز کی۔

(5) خُدا کی بیوفائی

پنجم، اگر ہم دلیل کی خاطر یہ فرض کر لیں کہ شبیہ کا قصّہ درست ہے تو پھر ہم خُدا سے بیوفائی اور دھوکا دہی منسوب کرنے کے مرتکب ٹھہریں گے۔ اِس کے مطابق تو شاگرد جنہوں نے بڑی سرگرمی سے مسیح کی مصلوبیّت اور جی اُٹھنے کی منادی کی، دراصل شبیہ کی موت اور قیامت کی منادی کر رہے تھے۔ اِس کا تو یہ مطلب ہو گا کہ کلیسیا جس نے شاگردوں کے نقشِ قدم کی پیروی کی، چھ صدیوں سے زیادہ دھوکا کا شکار رہی جب تک کہ اِسلام کا ظہور نہ ہُوا۔ اِس معاملے میں کس کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے؟ اِس دھوکا کا ذریعہ کون ہو گا؟ کیوں قادرِ مُطلق خُدا نے سچائی کو اپنے نبی اور رسول کے شاگردوں پر ظاہر نہیں کیا اور اِس کے برعکس اُنہیں مکمل تاریکی میں رکھا؟ کیوں خُدا کلیسیا کو چھ صدیوں تک ایسے سنگین جھوٹ پر یقین کرنے کی اجازت دیتا؟ کون اُن لاکھوں جانوں کا ذمہ دار ہے جو گمراہ ہوئے اور جنہوں نے جھوٹ پر ایمان رکھا؟ ایسا لگتا ہے کہ اِس تمام اُلجھن کا باعث خُدا ہی تھا۔ وہی ہو گا جس نے مصلوبیّت کی بدعت پیدا کی اور ہر کسی کو یقین دلایا کہ مسیح کو ہی مصلوب کیا گیا تھا۔ اِس معاملہ میں خُدا یونانی دیومالائی قصّوں کے دیوتاؤں سے بہتر نہیں ہے جو ایک دوسرے کو اور اپنے ہی پیروکاروں کو دھوکا دینے میں محظوظ ہوتے تھے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہم اِن میں سے کسی بھی قابلِ نفرت خصوصیت کو خُدا سے منسوب نہیں کر سکتے۔ وہ ایک پاک خُدا ہے جو کبھی بھی اپنی پاک الٰہی فطرت کے برعکس عمل نہیں کرے گا اور دھوکا دہی سے کام نہیں لے گا۔

(6) قیامت: کلیسیا کی قُدرت

آخری بات یہ ہے کہ قیامت المسیح مسیحی ایمان کا مرکزی نکتہ بن گئی ہے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا کہ جس نے کلیسیا کی تاریخ اور اُس کے پھیلاؤ پر کوئی نشان نہیں چھوڑا۔ اِس کے برعکس، قیامت کلیسیا کی مستقل طاقت اور اُس کی نشوونما کا راز ہے۔ اگر مصلوبیّت نجات کا جوہر ہے تو قیامت کلیسیا کی فتح کا بھید ہے۔ قیامت کے بغیر مصلوبیّت غیر اہم ہے، اور مصلوبیّت کے بغیر قیامت بے معنٰی ہے۔

لیکن قیامت، مسیح کی موت کی حقیقت کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اپنے جی اُٹھنے کے بعد مسیح اپنے شاگردوں اور سینکڑوں وفادار پیروکاروں کے سامنے اُنہیں یہ یقین دلاتے ظاہر ہُوئے کہ وہ واقعی مصلوب ہُوئے تھے اور پھر مُردوں میں سے جی اُٹھے تھے۔ اپنی زمینی زندگی کے آخری چالیس دنوں میں مسیح نے اُنہیں مسلسل اِس رُوحانی اور تاریخی واقعہ کے معنٰی اور اِنسانیت پر اِس کے اثرات کے بارے میں بتایا۔ غالباً اِس ضمن میں سب سے قابلِ ذِکر واقعہ جس کا ہم حوالہ دے سکتے ہیں توما رسول کا ردِعمل ہے، جو اپنے حقیقت پسندانہ انداز اور شکّی ذہن کی وجہ سے مشہور تھا۔ جو کُچھ دوسرے شاگردوں نے اُسے مسیح کے ظاہر ہونے کے بارے میں بتایا اُس نے اُس کا یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ یوں لگتا

ہے کہ اُس نے سوچا کہ وہ شاگرد جو اپنے خُداوند کے موت پر ماتم کر رہے تھے اُن کا دماغ اُلٹ گیا ہے۔ اِس لئے اُس نے اُن سے کہا: "...جب تک میں اُس کے ہاتھوں میں میخوں کے سوراخ نہ دیکھ لُوں اور میخوں کے سوراخوں میں اپنی اُنگلی نہ ڈال لُوں اور اپنا ہاتھ اُس کی پسلی میں نہ ڈال لُوں ہرگز یقین نہیں کروں گا" (اِنجیل بمطابق یوحنّا 25:20)۔

آٹھ دِن بعد شاگرد ایک بار پھر اکھٹے تھے۔ وہاں کے دروازے یہودیوں کے ڈر کی وجہ سے بند تھے، تب مسیح نے اپنا آپ اُن پر ظاہر کیا اور آپ اُن کے درمیان آ کھڑے ہُوئے۔ آپ نے اُن پر سلامتی بھیجی اور پھر توما سے کہا: "اپنی اُنگلی پاس لا کر میرے ہاتھوں کو دیکھ اور اپنا ہاتھ پاس لا کر میری پسلی میں ڈال اور بے اعتقاد نہ ہو بلکہ اعتقاد رکھ" (اِنجیل بمطابق یوحنّا 27:20)۔

اِس متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کے وفادار دوستوں، شاگردوں نے آپ کی مصلوبیّت کے واقعہ کی انتہائی محتاط جانچ پڑتال اور تفتیش کی۔ لہٰذا، بائبل مُقدّس کے متن کو نظر انداز کرنا اور کسی ثبوت کے بغیر یہ دعویٰ کرنا قابل قبول نہیں ہے کہ مسیح کے مصلوب ہونے کا واقعہ ابتدائی مسیحیوں کی اِختراع ہے۔ یہ تو بڑا واضح ہے کہ تاریخی اسناد اِنجیلی بیان کے حق میں ہیں۔